ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی *

ترجمان القرآن میں جمال فطرت کا مطالعہ

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا نور اور حسن ہے، اس نے اپنے نور و حسن کے اظہار کے لئے خوبصورت کائنات بنائی اور اس کے تعارف کے لئے قرآن کی شکل میں خوبصورت صحیفہ ہدایت بھیجا، پھر انسانوں کو دعوت دی کہ وہ ایک طرف جمالِ کائنات کا مشاہدہ کریں، دوسری طرف قرآن کا مطالعہ کریں اور اس کے منطقی نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کریں، یعنی آثار کو دیکھیں اور صانع کی عظمت کا اعتراف کریں، تخلیق کو دیکھیں اور خالق کی رفعتوں کا اندازہ لگائیں اور مشاہدۂ فطرت کے اس سفر میں قرآن کو اپنا رہنما اور قائد بنائیں، اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کو اپنی طاقت کے بل پر نہیں منواتا بلکہ اپنی تخلیق اور صناعی کے حوالہ سے اپنی خلاقیت کا کلمہ پڑھواتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) نے قرآن کریم کی ترجمانی کرتے ہوئے ان تمام مقامات کا نہایت باریک، شگفتگی اور والہانہ انداز سے مطالعہ کیا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے جمال فطرت، حسنِ کائنات اور کرشمہ تخلیق کا اظہار یا اشارہ کیا ہے، پھر ان سارے بیانات کو اس خوبصورت انداز سے باہم مربوط کیا ہے کہ پورا قرآن فطرت کا حسین گلدستہ نظر آنے لگتا ہے، جہاں جمالِ فطرت کا اجمالی ذکر ہے، وہاں مولانا آزاد کا قلم اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتا ہے جیسے شبنم کے قطرے کلی کا منہ کھول کر اسے پھول بنا دیتے ہیں اور جہاں جہاں قرآن میں حسن فطرت کے مظاہر کی تفصیل اور اس کے مطالعہ کی دعوت ہے ان مقامات کو مولانا آزاد ایک مصور کی آنکھ سے دیکھتے اور شاعر کی زبان سے بیان کرتے ہیں، ایسے مقامات پر مولانا آزاد کا رہوارِ قلم اپنی جولانیاں دکھاتا اور قاری کو مسحور کر لیتا ہے۔

مولانا آزاد کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف قرآن کے مقاماتِ جمال کو جذب و کیف کے ساتھ لکھا ہے، بلکہ وہ مذاہب کے ماننے والوں اور حکماء و فلاسفہ کے یہاں اس حسن کے مظاہر کو دیکھنے، سمجھنے اور ان کے اطلاق کی تعیین میں جو لغزشیں ہوئی ہیں ان کو بھی درست کرتے چلے جاتے ہیں، اور حسنِ فطرت بے نقاب و بے غبار ہو کر قاری کے سامنے آجاتا ہے۔

اردو تفسیروں کے ذخیرہ میں شاید ہی کوئی ایسی تفسیر ہو جس میں قرآں کے جمالیاتی مطالعہ پر اتنی توجہ دی گئی ہو

---

* ناظم دینیات (سنّی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

جتنی کہ ترجمان القرآن میں نظر آتی ہے' یہی وجہ ہے کہ جب قاری ان مقامات کو پڑھتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کائنات کی پوری دلکشی' خوبصورتی اور رعنائی قرآنی آیات کے آئینہ پر جھلک رہی ہے اور وہ ایک خوبصورت ترین منظر نامہ میں اپنے خدا سے ہم کلام ہے اور اس کا دل بار بار پکارتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین بقول علامہ اقبال:

حسن آئینہ حق اور دل آئینہ حسن   دل انسان کو ترا حسن کلام آئینہ

ترجمان القرآن کے یہ مقامات روح قرآن اور حسن قدرت کا عاشقانہ اظہار بھی ہیں اور اردو زبان و ادب کا شاہکار بھی۔ جب فکر کی پاکیزگی فن کی خوبصورتی میں ڈھلتی ہے تو ادب عالیہ نمود پاتا ہے اور اسکی زندہ مثال مولانا آزاد کے یہ مباحث ہیں جو قرآنی جمالیات کی نقاب کشائی کرتے ہیں' مولانا آزاد نے جمال فطرت کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

''فطرت کے افادہ و فیضان کی سب سے بڑی بخشائش اس کا عالمگیر حسن و جمال ہے' فطرت صرف بناتی اور سنوارتی ہی نہیں' بلکہ اس طرح بناتی اور سنوارتی ہے اس کے ہر بناؤ میں حسن و زیبائش کا جلوہ اور اس کے ہر ظہور میں نظر افروزی کی نمود پیدا ہوگئی ہے' کائنات ہستی کو اس کی مجموعی حیثیت میں دیکھو یا اس کے ایک ایک گوشہ خلقت پر نظر ڈالو' اس کا کوئی رخ نہیں جس پر حسن و رعنائی نے ایک نقاب زیبائش نہ ڈال دی ہو' ستاروں کا نظام اور ان کی سیر و گردش' سورج کی روشنی اور اس کی بوقلمونی' چاند کی گردش اور اس کا اتار چڑھاؤ' فضاء آسمانی کی وسعت اور اس کی نیرنگیاں' بارش کا سماں اور اس کے تغیرات' سمندر کا منظر اور دریاؤں کی روانی' پہاڑوں کی بلندیاں اور وادیوں کا نشیب' حیوانات کے اجسام اور ان کا تنوع' نباتات کی صورت آرائیاں اور باغ و چمن کی رعنائیاں' پھولوں کی عطر بیزی اور پرندوں کی نغمہ سنجی' صبح کا چہرۂ خنداں اور شام کا جلوۂ محبوب غرض یہ کہ تمام تماشا گاہِ ہستی حسن کی نمائش اور نظر افروزی کی جلوہ گاہ ہے' اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس پردہ ہستی کے پیچھے حسن افروزی و جلوہ آرائی کی کوئی قوت کام کر رہی ہے جو چاہتی ہے کہ جو کچھ بھی ظہور میں آئے حسن و زیبائش کے ساتھ ظہور میں آئے اور کارخانہ ہستی کا ہر گوشہ نگاہ کے لئے بہشت راحت و سکون بن جائے۔

دراصل کائنات ہستی کا مایہ خمیر ہی حسن و زیبائی ہے' فطرت نے جس طرح اس کے بناؤ کے لئے مادی عناصر پیدا کئے۔ اسی طرح اس کی خوب روئی اور رعنائی کے لئے معنوی عناصر کا بھی رنگ و روغن آراستہ کر دیا ہے۔ روشنی' رنگ' خوشبو دار اور نغمہ حسن و رعنائی کے وہ اجزاء ہیں جن سے مشاطہ' فطرت چہرۂ وجود کی آرائش کر رہی ہے۔

مشاطہ را بگو کہ بر اسباب حسن یار
چیزے فزو کند کہ تماشا بمارسد[1]

مولانا آزاد سورہ حجر کی آیت نمبر ۱۶ ولقد جعلنا فی السمآ بروجا وزینھا للنظرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں

''یہ مقام بھی من جملہ ان مقامات کے ہے جہاں قرآن نے جمال فطرت سے استدلال کیا ہے' یعنی اس بات سے استدلال کیا ہے کہ کائنات ہستی کے تمام مظاہر اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ ان میں حسن و جمال کی کیفیت پیا ہوئی ہے اور یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ رحمت و فیضان کا کوئی ارادہ یہاں ضرور کام کر رہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے حسن وخوبی کے ساتھ بنے اور اس میں روحوں کے لئے سرور اور نگاہوں کے لئے عیش ونشاط ہو۔

اگر ایک صاحب رحمت' ہستی کی یہ کارفرمائی نہیں ہے تو پھر کس کی ہے؟ نہیں تمہاری فطرت کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسی کی کاریگری ہے جو حسن و جمال ہے اور جس نے چاہا ہے کہ حسن و جمال کا فیضان ہو۔

یہاں فرمایا کہ آسمان کو دیکھو: عربی میں ''سماء'' کے معنی بلندی کے ہیں۔ مکان کے لئے اس کی چھت اس کی ''سماء'' ہوتی ہے۔ پس یہ جو بلندی تمہیں نظر آ رہی ہے کس طرح دیکھنے والوں کے لئے حسین وجمیل بنا دی گئی ہے! چاندی راتوں میں چاند کی شب افروزیاں دیکھو' اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کرو' صبح جب اپنی ساری دلفریبوں کے ساتھ آتی ہے' شام جب اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ چھپتی ہے' گرمیوں میں صاف وشفاف آسمان کا نکھرنا' بارش میں بادلوں کا ہر طرف سے امنڈنا' شفق کی لالہ گونی' قوس قزح کی بوقلمونی' سورج کی ذرہ فشانی' غرض کہ آسمان کا کون سا منظر ہے جس میں نگاہوں کیلئے زینت نہیں؟ جس میں دلوں کے لئے راحت وسکون نہیں۔ (۲)

مولانا آزاد نے آیت جمال کی ترجمانی کرتے وقت دوسری مماثل آیات کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور ان تمام آیات کے تناظر میں' حسن فطرت کی جو دلکش تصویر ابھرتی ہے اس کی ایک جھلک دکھا کر یہ احساس دلایا ہے کہ قدرت کی کرشمہ سازیاں انسان کے لئے تسکین ذوقِ جمال' درسِ عبرت اور روحانی سعادت کے لئے بیش قیمت سرمایہ فراہم کرتی ہیں' وہ کہتے ہیں: ''اسی طرح ان مقامات کا مطالعہ کرو جہاں خصوصیت کے ساتھ جمالِ فطرت سے استدلال کیا ہے۔

افلم ینظروا الی السمآء فوقھم کیف بنینھا و زینھا ومالھا من فروج ○ والارض مددنھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج ○ تبصرۃً وّذکری لکل عبد منیب ○ (ق۔۶۔۸) ''کیا کبھی ان لوگوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا نہیں کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا ہے اور کس طرح اس کے منظر میں خوشنمائی پیدا کر دی ہے اور پھر یہ کہ کہیں بھی اس میں شگاف نہیں اور اسی طرح زمین کو دیکھو؟ کس طرح ہم نے اسے فرش کی طرح پھیلایا اور پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے اور پھر کس طرح قسم قسم کی خوبصورت نباتات اگا دیں' پھر اس بندے کے لئے جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس میں غور کرنے کی بات اور نصیحت کی روشنی ہے) ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینتھا للنظرین (الحجر۔۱۶) ''اور دیکھو!) ہم نے آسمان سے ستاروں کی گردش کے لئے برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے ان میں خوشنمائی پیدا کر دی) ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح (الملک:۵) ''اور دیکھو! ہم نے دنیا کے آسمان (یعنی

کرہ ارضی کی فضا) کو ستاروں کی قندیلوں سے خوش منظر بنا دیا'' ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون (النحل:۶) ''اور دیکھو! تمہارے چار پایوں کے منظر میں جب شام کے وقت چراگاہ سے واپس لاتے ہو اور جب صبح لے جاتے ہو' ایک طرح کا حسن اور نظر افروزی ہے۔ (۳)

مولانا آزاد اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حسن فطرت کے مظاہر کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو ہی نہیں' بلکہ اس کی قدر کرو' قدرت کے اس خوبصورت عطیہ پر شکر بجالاؤ' یہ نعمتیں فراوانی اور آسانی کے ساتھ تم کو دی گئی ہیں تو ان کی عظمت کے احساس سے غفلت نہ برتو۔ اگر یہ تم سے چھین لی جائیں تو تمہاری زندگی تاریک راہوں میں بھٹک کررہ جائے گی اور تم خود اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔

اس ضمن میں مولانا آزاد نے سورۂ لقمان کی حسب ذیل آیت سے استشہاد کیا ہے۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولاھدی ولا کتب منیر ٥ ''کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' وہ سب تمہارے لئے خدا نے مسخر کر دیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی پوری کر دی ہیں۔ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اسکے کہ انکے پاس کوئی علم ہو یا ہدایت ہو یا کوئی کتابِ روشن۔''

مولانا آزاد فیضان قدرت کی شکر گزاری کا احساس دلانے کے لئے مختلف جغرافیائی اور کائناتی مظاہر کو پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''انسانی طبیعت کی یہ عالمگیر کمزوری ہے کہ جب تک وہ ایک نعمت سے محروم نہیں ہو جاتا' اس کی قدرو قیمت کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتا' تم گنگا کے کنارے بستے ہو' اس لئے تمہارے نزدیک زندگی کی سب سے زیادہ بے قدر چیز پانی ہے' لیکن اگر یہ پانی چوبیس گھنٹے تک میسر نہ آئے تو تمہیں معلوم ہو جائے اس کی قدرو قیمت کا کیا حال ہے' یہی حال فطرت کے فیضان جمال کا بھی ہے۔ اس کے عام اور بے پردہ جلوے شب و روز تمہاری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں' اس لئے تمہیں ان کی قدرو قیمت محسوس نہیں ہوتی' صبح اپنی ساری جلوہ آرائیوں کے ساتھ روز آتی ہے۔ اس لئے تم بستر سے سر اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ چاندنی اپنی ساری حسن افروزیوں کے ساتھ ہمیشہ نکھرتی رہتی ہے' اس لئے تم کھڑکیاں بند کر کے سو جاتے ہو' لیکن جب یہی شب و روز کے جلوہ ہائے فطرت تمہاری نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں' یا تم میں ان کے نظارے وسماع کی استعداد باقی نہیں رہتی تو غور کرو اس وقت تمہارے احساسات کا کیا حال ہوتا ہے؟ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر چیز زندگی کی ایک بے بہا برکت اور معیشت کی ایک عظیم الشان نعمت تھی؟ سرد ملکوں کے باشندوں سے پوچھو جہاں سال کا بڑا حصہ ابر آلود گزرتا ہے' کیا سورج کی

کرنوں سے بڑھ کر بھی زندگی کی کوئی مسرت ہو سکتی ہے؟ ایک بیمار سے پوچھو جو نقل و حرکت سے محروم بسترِ مرض پر پڑا ہے وہ بتائے گا کہ آسمان کی صاف اور نیلگوں فضا کا ایک نظارہ راحت و سکون کی کتنی بڑی دولت ہے۔ ایک اندھا جو کہ پیدائشی اندھا نہ تھا، تمہیں بتا سکتا ہے کہ سورج کی روشنی اور باغ و بہار دیکھے بغیر زندگی بسر کرنا کیسی ناقابلِ برداشت مصیبت ہے۔ (۴)

زندگی کی مصنوعی مسرتوں اور خود ساختہ سامانِ تعیش پر انسان جان دیتا ہے، وہ دولت کے انبار اور جاہ و اقتدار میں مسرت تلاش کرتا ہے۔ وہ قدرت کے فطری عطیات سے صرفِ نظر کر لیتا ہے۔ مولانا آزاد نے سکون و مسرت کے حقیقی سرچشمہ اور عمومی فیضان سے فیض یاب ہونے پر زور دیتے ہوئے کہا ہے:

''جس دنیا میں سورج ہر روز چمکتا ہو، جس دنیا میں صبح ہر روز مسکراتی اور شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو، جس کی راتیں آسمان کی قندیلوں سے مزین اور جس کی چاندنی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہو، جس کی بہار سبزہ گل سے لدی ہوئی اور جس کی فصلیں لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گراں بار ہوں، جس دنیا میں روشنی اپنی چمک، رنگ اپنی بوقلمونی، خوشبو اپنی عطر بیزی اور موسیقی اپنا نغمہ و آہنگ رکھتی ہو، کیا اس دنیا کا کوئی باشندہ آسائش حیات سے محروم اور نعمت معیشت سے مفلس ہو سکتا ہے؟ کیا کسی آنکھ کے لئے جو دیکھ سکتی ہو اور کسی دماغ کے لئے جو محسوس کر سکتا ہو، ایک ایسی دنیا میں نامرادی و بدبختی کا گلہ جائز ہے؟ قرآن نے جابجا انسان کو اس کے اسی کفرانِ نعمت پر توجہ دلائی ہے۔

واتکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفارہ (ابراہیم:۳۴) ''اور اس نے تمہیں وہ تمام چیزیں دے دیں جو تمہیں مطلوب تھیں اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی شمار نہیں کر سکو گے، بلاشبہ انسان بڑا ہی ناانصاف بڑا ہی ناشکرا ہے''(۵)

ان عبارتوں میں سلاست و روانی، حسنِ بیان اور بلاغت کے علاوہ حسنِ مدعا کو قاری کے ذہن میں اتار دینے کی جو زبردست قوت ہے وہ اپنی آپ مثال ہے، انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے اور حسنِ فطرت کا احساس اور اعتراف کرنے اور اس سے اپنی زندگی کو باغ و بہار بنانے کی زبردست دعوت موجود ہے، مولانا آزاد نے ایک دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کی ہے:

''ایک لمحہ کے لئے تصور کرو کہ دنیا موجود ہے، مگر حسن و زیبائی کے تمام جلووں اور احساسات سے خالی ہے، آسمان ہے مگر فضا کی یہ نگاہ پروری نہیں ہے، ستارے ہیں مگر ان کی درخشندگی و جہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے، درخت ہیں مگر بغیر سبزی کے، پھول ہیں مگر بغیر رنگ و بو کے، اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی و رنگ کی بوقلمونی، ان میں سے کوئی چیز بھی وجود نہیں رکھتی۔ یا یوں کہا جائے کہ ہم میں ان کا احساس نہیں ہے۔ غور کرو! ایک ایسی دنیا کے ساتھ زندگی کا تصور کیسا بھیانک اور ہولناک منظر پیش کرتا ہے؟ ایسی زندگی جس میں نہ تو حسن کا احساس ہو

نہ حسن کی جلوہ آرائی' نہ نگاہ کیلئے سرور ہونہ سامعہ کیلئے حلاوت' نہ جذبات کی رقّت ہونہ محسوسات کی لطافت' یقیناً عذاب جاں کی ہی ایسی حالت ہوتی جس کا تصور بھی ہمارے لئے نا قابل برداشت ہے۔

لیکن جس قدرت نے ہمیں زندگی دی' اس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت' یعنی حسن وزیبائی کی بخشش سے بھی مالا مال کردے' اس نے ایک ہاتھ سے' ہمیں حسن کا احساس دیا' دوسرے ہاتھ سے تمام دنیا کوجلوہ حسن بنادیا۔(۶)

مناظرِ قدرت اور مظاہر فطرت میں بوقلمونی' نیرنگی اور اختلاف نظر آتا ہے' یہ سب حسن کائنات کی توسیع و تنوع اور تکمیل کے لئے ہے' قرآن میں جابجا اس پر روشنی ڈالی گئی ہے' مولانا ابوالکلام آزاد نے اس حکمت اختلاف کی اس طرح توجیہہ کی ہے: ''انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ یکسانی سے اکتاتی ہے اور تبدیلی وتنوع میں خوشگواری و کیفیت محسوس کرتی ہے' پس اگر کائنات ہستی میں محض یکسانی و یک رنگی ہی ہوتی تو یہ دلچسپی اور خوشگواری' پیدا نہ ہوسکتی جو اس کے ہر گوشہ میں' ہمیں نظر آرہی ہے' اوقات کا اختلاف' موسموں کا اختلاف' خشکی وتری کا اختلاف' مناظرِ طبیعت اور اشیاء خلقت کا اختلاف جہاں بے شمار مصلحتیں اور فوائد رکھتا ہے وہاں ایک بڑی مصلحت دنیا کی زیب وزینت اور معیشت کی تسکین وراحت بھی ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف (۷)

مولانا آزاد نے مظاہر فطرت کے اختلاف کوایک دوسرے پہلو سے حسنِ قدرت کا حصہ بتایا ہے وہ سوال کرتے ہیں کہ بلبل وقمری کی نغمہ سنجیوں کیساتھ زاغ وزغن کا شور وغوغا کیوں ہے؟ پھر انہوں نے اس کا جواب موسیقی کے زیروبم اور اتار چڑھاؤ سے دیا ہے' جن سے ہلکے سر بھی نکلتے ہیں اور موٹی اور بلند صدائیں بھی' پھر ان تمام سروں کے ملنے سے موسیقی کی حلاوت پیدا ہوتی ہے' فرماتے ہیں۔

''یہی حال موسیقی فطرت کے زیروبم کا ہے' تمہیں کوّے کی کائیں کائیں اور چیل کی چیخ میں کوئی دلکشی محسوس نہیں ہوتی' لیکن موسیقی فطرت کی تالیف کے لئے جس طرح قمری وبلبل کا ہلکا سُر ضروری تھا' اسی طرح زاغ وزغن کا بھاری اور کرخت سُر بھی ناگزیر تھا' بلبل وقمری کو اس سرگم کا اتار سمجھو اور زاغ وزغن کو چڑھاؤ۔

براہل ذوق درفیض نمی بندد نوائے بلبل اگر نیست صوت داغ شنو

تسبح له السموٰت السبع و الارض ومن فيهن وان من شي الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليماً غفوراO (بنی اسرائیل:۴۴) (۸)

مولانا آزاد جب جمالِ فطرت' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو کائنات کے ظاہری حسن و جمال کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں' کیونکہ روح اگر مجروح یا مفقود ہوتو جسم کی خوبصورتی بے معنی ہے۔ وہ اہلِ نظر کو جمال کے

باطنی پہلو کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر فطرت کی بخشائشِ جمال کے اس گوشہ پر بھی نظر ڈالو! اس نے جس طرح جسم وصورت کو حسن وزیبائی بخشی، اسی طرح اس کی معنویت کو بھی جمالِ معنوی سے آراستہ کردیا، جسم وصورت کا جمال یہ ہے کہ ہر وجود کے ڈیل ڈول اور اعضاء وجوارح میں تناسب ہے، معنویت کا جمال یہ ہے کہ ہر چیز کی کیفیت اور باطنی قویٰ اعتدال ہے، اسی کیفیت کے اعتدال سے خواص اور فوائد پیدا ہوئے ہیں اور یہی اعتدال ہے جس نے حیوانات میں ادراک وحواس کی قوتیں بیدار کردیں، اور پھر انسان کے درجہ میں پہونچ کر جوہرِ عقل وفکر کا چراغ روشن کردیا۔(۹)

علامہ اقبال کے یہاں یہ نکتہ کسی قدر ووضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں　　غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال　　خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے؟
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی　　ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی؟

مولانا آزاد نے یہاں ایک خالص فلسفیانہ مسئلہ سے تعرض کیا ہے کہ مادی عناصر کی ترکیب وامتزاج سے ماورائے مادہ جوہر کس طرح وجود میں آیا؟ یعنی حیوانات میں احساس وادراک اور انسان میں عقل وفکر کا چراغ کس طرح روشن ہوا؟ اس کے جواب میں مولانا آزاد نے چیونٹی اور شہد کی مکھی کی مثال سے قدرت کی کرشمہ سازی کا تعارف کرایا ہے کہ کس طرح سوئی کے برابر دماغ رکھنے والے حقیر ذرے میں احساس وادراک، محنت واستقلال، ترتیب وتناسب، نظم وضبط اور صنعت واختراع کی ساری قوتیں مخفی ہوتی ہیں اور بطور نتیجہ لکھا ہے:

''قرآن کہتا ہے: یہ اس لئے ہے کہ رحمت کا مقتضا جمال تھا اور ضروری تھا کہ جس طرح اس نے جمالِ صوری سے دنیا آراستہ کردی ہے، اسی طرح جمالِ معنوی کی بخشائشوں سے بھی مالامال کردیتی ہے۔ ذالک علم الغیب و الشهادة العزيز الرحيم ○ الذی احسن کل شئی خلقه وبدا خلق الانسان من طین ○ (السجدہ: ۷)(۱۰)

قرآن میں جمالِ فطرت کا بیان مختلف اسالیب میں ہوا ہے اور بار بار ہوا ہے۔ اور اس کی تعبیر میں بھی مختلف الفاظ اور اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ کہیں حسن کا لفظ استعمال ہوا ہے کہیں جمال کا، کہیں زینت کا، کہیں موزون کا، کہیں تسویہ کا، کہیں عدل کا کہیں اتقان کا، اور کہیں تشبیہ واستعارہ کے پیرایہ میں گفتگو کی گئی ہے، مولانا آزاد نے ان اصطلاحوں کو ایک خاص ڈھنگ اور منطقی ترتیب سے پیش کیا جس سے قرآن میں مختلف مقامات پر استعمال شدہ یہ اصطلاحیں تسبیح کے دانوں کی طرح باہم مربوط نظر آتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''جس چیز کو ہم جمال کہتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ موزونیت اور تناسب، یہی موزونیت اور تناسب ہے جو بناؤ اور خوبی کے تمام مظاہر کی اصل ہے۔ و انبتنا فیها

من کل شی موزون (الحجر:۱۹) ''ہم نے زمین میں ہر چیز موزونیت اور تناسب رکھنے والی (اگائی) اسی معنی میں قرآن 'تسویہ' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔تسویہ کے معنی ہیں کسی چیز کو اسی طرح ٹھیک ٹھیک درست کر دینا کہ اس کی ہر بات خوبی و مناسبت کے ساتھ ہو' الذی خلق فسوی و الذی قدر فھدی (الاعلیٰ:۳) (وہ پروردگار جس نے ہر چیز پیدا کی' پھر ٹھیک ٹھیک خوبی و مناسبت کے ساتھ درست کر دی اور وہ جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا' پھر اس پر زندگی کی راہ کھول دی) الذی خلقک فسوک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔ (الانفطار:۷) (وہ پروردگار جس نے تمہیں پیدا کیا' پھر ٹھیک ٹھاک درست کر دیا' پھر اعتدال و تناسب ملحوظ رکھا' پھر جیسی صورت بنانی چاہی اسی کے مطابق ترتیب دے دی)

یہی حقیقت ہے جسے قرآن نے 'اتقان' سے بھی تعبیر کیا ہے' یعنی کائنات ہستی کی ہر چیز کا درستگی واستواری کے ساتھ ہونا کہ کہیں بھی اس میں خلل' نقصان' بے ڈھنگا پن' اونچ نیچ' ناہمواری نظر نہیں آ سکتی۔صنع اللہ الذی اتقن کل شئی (النمل:۸۸) (یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز درستگی واستواری کے ساتھ بنائی)[11]

قدرت نے ہر چیز کو موزونیت اور توازن کے ساتھ بنایا ہے' یہی کائنات کے توازن اور حسن کا راز ہے' پرندوں کو دیکھئے اور پیڑ پودوں کو دیکھئے' ان میں موزونیت کی ایسی حسین مثالیں موجود ہیں کہ دل اللہ کی صناعی پر سجدہ ریز ہو جاتا ہے' چند پھول تو ایسے ہیں جیسے پھول سونگھی کہ جب تک ایک لمبی چونچ والی چڑیا ان کو چھوئے نہیں تو وہ کھلتے ہی نہیں۔ایسی چڑیوں کی چونچ کی بناوٹ اور پھول کے لبوں کی بندش دونوں ایک دوسرے سے موزونیت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔قدرت کے خزانے میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں[12] مولانا ابوالکلام آزاد نے سورۃ الحجر کی تفسیر میں اس نکتہ کو اس طرح ابھارا ہے: ''زمین میں جتنی نباتات اگتی ہیں سب کے لئے حکمت الٰہی نے ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا ہے' ہر چیز اپنی نوعیت اپنی کمیت' اپنی کیفیت میں ایک جچی تلی حالت رکھتی ہے جس سے کبھی باہر نہیں جاسکتیں' ممکن نہیں کہ گھاس کی ایک شاخ بھی ایسی اگ آئے جو گھاس کے مقررہ اندازہ سے اور تناسب کے خلاف ہو' طرح طرح کے غلے طرح طرح کے پھول' طرح طرح کے پھل' طرح طرح کی سبزیاں' طرح طرح کے درخت' طرح طرح کی گھاسیں ہر طرف اگ رہی ہیں اور نہیں معلوم کب سے اگ رہی ہیں۔لیکن کوئی چیز بھی ان میں ایسی ہے جس کی شکل' ڈیل ڈول' رنگ' خوشبو' مزہ اور خاصہ ایک خاص مقررہ اندازے پر نہ ہو اور ٹھیک کانٹے کی تول نہ ہو؟ گیہوں کا ایک دانہ اٹھاؤ' پھول کی ایک کلی توڑ لو' گھاس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو ان کی ساری باتیں کس طرح تلی ہوئی ہیں اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔اگر جسم ہے تو اس کا ایک مقررہ اندازہ ہے' لاکھ مرتبہ بوؤ' اس اندازے میں فرق آنے والا نہیں۔اگر شکل ہے تو اس کا ایک خاص اندازہ ہے' وہ چیز جب اُگے گی اسی شکل میں اُگے گی۔اگر رنگت ہے' خوشبو ہے' مزہ ہے' خاصہ ہے تو سب کا ایک مقررہ اندازہ ہے اور یہ اندازہ قطعی ہے۔دائمی ہے' اٹل

ہے امٹ ہے اور ہمیشہ اس یکسانیت کے ساتھ ظہور میں آتا ہے گویا مٹی کے ایک ایک ذرہ میں ایک ایک ترازو رکھ دیا گیا ہے۔ اور وہ ایک ایک دانے ایک ایک پتے ایک ایک پھول کو تول تول کر بانٹ رہا ہے ممکن نہیں اس تول میں کبھی خرابی پڑے'' (۱۳)

دنیا کے بعض مذاہب نے روحانیت کے نام پر ترکِ دنیا کی تبلیغ کی ہے اور رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے بودھ اور مزدک کے مذاہب میں رہبانیت کا عنصر موجود ہے جب کہ عیسائی مذہب میں ایک غالب عنصر کی حیثیت میں بھرا ہے مولانا آزاد رہبانیت کو اصلاً جمالِ روحانیت کی ضد سمجھتے ہیں ان کے نزدیک رہبانیت ''زینت اللہ'' کا انکار ہے ان کے استدلال میں بڑا وزن ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا استعمال روحانی سعادت کے خلاف نہیں بلکہ ان کا غلط استعمال روحانی سعادت کے خلاف ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۲ جس میں عبادت کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم ہے اسکی تفسیر میں لکھا ہے:

''پیروان مذاہب کی عالمگیر گمراہی یہ تھی کہ سمجھتے تھے روحانی سعادت جبھی مل سکتی ہے کہ دینا ترک کردی جائے اور خدا پرستی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ زینتوں اور آسائشوں سے کنارہ کش ہو جائیں قرآن کہتا ہے: حقیقت اس کے عین برعکس ہے تم سمجھتے ہو زندگی کی زینتیں اس لئے ہیں کہ ترک کردی جائیں حالانکہ وہ اس لئے ہیں کام میں لائی جائیں دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں کو ٹھیک طور پر کام میں لانا مشیتِ الٰہی کو پورا کرتا ہے۔

خدا نے زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا ہے کھاؤ پیو زینت و آسائش کی تمام نعمتیں کام میں لاؤ مگر حد سے نہ گزر جاؤ دنیا نہیں دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال روحانی سعادت کیخلاف ہے زندگی کی جن زینتوں کو پیروانِ مذاہب خدا پرستی کیخلاف سمجھتے تھے انہیں قرآن ''زینت اللہ'' یعنی خدا کی زینتوں سے تعبیر کرتا ہے۔

یہ آیت قرآن کا ایک انقلاب انگیز اعلان ہے جس نے انسان کی دینی زینت کی بنیادیں الٹ دیں وہ دنیا جو نجات وسعادت کی طلب میں دنیا ترک کررہی تھی اب اسی نجات وسعادت کو دنیا کی تعمیر وترقی میں ڈھونڈھنے لگی۔ (۱۴)

تمام متکلمین کی طرح مولانا آزاد نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو جمالِ کائنات کے مصادر کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اس کے اطلاقی پہلو کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

ہر چہ دیدم در جہاں جز توئے نیست　　　یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

مولانا روم نے تو خاص طور پر حسن کائنات کو حسنِ قدرت کا انعکاس قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

خلق راجوں آب داں آب زلال　　　اندر آں تاباں صفاتِ ذوالجلال

مولانا آزاد نے بھی ترجمان القرآن میں صفاتِ الٰہی کی تفسیر میں اس کے اطلاقی حسن کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے اور جمال کائنات کو صفات الٰہی کے ظہور کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں!

''قرآن نے خدا کی صفتوں کا جو تصور ہم میں پیدا کرنا چاہا ہے وہ سرتاسر حسن و خوبی کا تصور ہے چنانچہ وہ خدا کی تمام صفتوں کو ''حسنیٰ'' قرار دیتا ہے یعنی خوبی و جمال کی صفتیں' یہ صفتیں کیا ہیں؟ قرآن نے جابجا بیان کی ہیں اور شمار کی گئیں تو ۹۹ نکلیں۔ ان تمام صفتوں کے معانی پر غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کا تصور کس درجہ بلند اور کامل ہے۔ صرف ان صفات کے معانی پر تدبر کر کے ہم کائنات ہستی کے بے شمار اسرار و دقائق کی معرفت حاصل کر لے سکتے ہیں' کیونکہ یہاں جو کچھ ہے انہی صفات کا ظہور ہے۔ (۱۵)

اس ضمن میں مولانا آزاد نے یہودیت' عیسائیت اور بدھ مت میں پائے جانے والے تصوراتِ صفات الٰہی کی نارسائیوں کا بھی محاسبہ کیا ہے اور قرآن کی مکمل تعبیر حسن کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے!

''نزول قرآن کے وقت' یہودی تصور میں قہر و غضب کا عنصر غالب تھا' مجوسی تصور نے نور و ظلمت کی دو مساویانہ قوتیں الگ الگ بنالی تھیں' مسیحی تصور نے رحم و محبت پر زور دیا تھا' لیکن جزا کی حقیقت مستور ہوگئی تھی' اسی طرح پیروان بدھ نے بھی صرف رحم و محبت پر زور دیا' عدالت نمایاں نہیں ہوئی' گویا جہاں تک رحمت و جمال کا تعلق ہے یا تو قہر و غضب کا عنصر غالب تھا' یا مساوی تھا' یا پھر رحمت و محبت آئی تھی تو اس طرح آئی تھی کہ عدالت کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔

لیکن قرآن نے ایک طرف رحمت و جمال کا ایک ایسا کامل تصور پیدا کیا کہ قہر و غضب کے لئے کوئی جگہ ہی نہ رہی' دوسری طرف جزائے عمل کا سر رشتہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا' کیونکہ جزا کا اعتقاد قہر و غضب کی بنا پر نہیں' بلکہ عدالت کی بناء پر قائم کر دیا۔ چنانچہ صفاتِ الٰہی کے بارے میں اس کا عام اعلان یہ ہے! قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ایاما تدعو فله الاسمآء الحسنیٰ (بنی اسرائیل:۱۱۰) ''اے پیغمبر! ان سے کہہ دو تم خدا کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکار' جس صفت سے پکارو اس کی ساری صفتیں حسن و خوبی کی صفتیں ہیں'' (۱۶)

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جمالِ کائنات اسماء حسنیٰ یا صفات الٰہی کا انعکاس ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قہاری و جباری کی صفات کو کس طرح عکسِ جمال ثابت کیا جائے گا۔ مولانا آزاد نے اس سوال کا بھی مناسب جواب دیا ہے:

'' (اللہ کی صفات) میں ایسی صفتیں بھی ہیں جو بظاہر قہر و جلال کی صفتیں ہیں مثلاً جبار و قہار' لیکن قرآن کہتا ہے وہ اسماء حسنیٰ ہیں' کیونکہ کہ ان میں قدرت و عدالت کا ظہور ہوا ہے اور قدرت و عدالت حسن و خوبی ہے' خوں خواری و خوفناکی نہیں ہے' چنانچہ سورۂ حشر میں صفاتِ رحمت و جمال کے ساتھ قہر و جلال کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر متصلاً ان سب کو ''اسماء حسنیٰ'' قرار دیا ہے۔ هو الذی لا اله الا هو الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن الله عما یشرکون O هو الله الخالق الباری المصور له الاسمآء الحسنیٰ یسبح له ما فی السمٰوٰت و الارض و هو العزیز الحکیم O

(الحشر: ۲۳۔۲۴)'' وہ اللہ ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ الملک ہے' القدوس ہے' السلام ہے' المومن ہے' المہیمن ہے' العزیز الجبار ہے' المتکبر ہے اور اس ساجھے سے پاک ہے جو لوگوں نے اس کی معبودیت میں بنا رکھے ہیں' وہ الخالق ہے' الباری ہے' المصور ہے۔ (غرض کہ) اس کیلئے حسن و خوبی کی صفتیں ہیں' آسمان و زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں اسکی پاکی اور عظمت کی شہادت دے رہی ہیں اور بلاشبہ وہ ہی ہے جو حکمت کے ساتھ غلبہ و توانائی بھی رکھنے والا ہے۔''(۱۷)

مسلم فلاسفر اور متکلمین کے یہاں اللہ کی صفتِ جمال کے ساتھ ساتھ صفتِ جلال کا موضوع یکساں دلچسپی اور توجہ کا حامل رہا ہے' ان دونوں صفات کو تعبیر و تکمیل کے لئے لازمی خوبیوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے' علامہ اقبال نے اس نکتہ کی وضاحت اس طرح کی ہے:

نہ ہو جلال تو حسن جمال بے تاثیر　　　نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت　　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
بے تجلی نیست آدم راثبات　　　جلوۂ ما فرد و ملت را حیات
ہر دواز توحیدی گیرد کمال　　　زندگی ایں راجمال آں راجلال

اللہ کی صفاتِ کاملہ کے ذریعہ کائنات کی تخلیق' تعمیر اور تحسین و تزئین ہوئی ہے' خصوصیت کیساتھ الہ کی تین صفات: ربوبیت' رحمت اور عدالت جمالِ فطرت کا سرچشمہ ہیں۔ مولانا آزاد نے ان تینوں صفات کی اسطرح تشریح کی ہے اور مظاہر فطرت پر ان کا انطباق اس طرح کیا ہے کہ انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ قدرت کی مہربانیاں ہر آن کائنات پر سایہ فگن ہیں ہیں اور ہر لمحہ اسکے امنڈتے فیضان کو انسان اپنی برہنہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جس طرح کارخانہ خلقت اپنے وجود و بقاء کے لئے ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے اسی طرح عدالت کا بھی محتاج ہے' یہی تین معنوی عنصر ہیں جن سے خلقتِ ہستی کا قوام ظہور میں آیا ہے۔ ربوبیت پرورش کرتی ہے' رحمت افادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے اور عدالت سے بناؤ اور خوبی ظہور میں آتی ہے اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔''(۱۸)

ربوبیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ربوبیت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں سودمند اشیاء کی موجودگی کے ساتھ ان کی بخشش و تقسیم کا بھی ایک نظام موجود ہے' اور فطرت صرف بخشتی ہی نہیں' بلکہ جو کچھ بخشتی ہے ایک مقررہ انتظام اور ایک منضبط ترتیبی و مناسبت کے ساتھ بخشتی ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر وجود کو زندگی اور بقاء کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی اور جس وقت اور جیسی جیسی مقدار میں اسے مل رہی ہے اور اس نظم و انضباط سے تمام کارخانہ حیات چل رہا ہے''(۱۹)

فضل و رحمت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''برہانِ ربوبیت کی طرح برہانِ فضل و رحمت بھی اس کی دعوت و ارشاد کا ایک عام اسلوبِ خطاب ہے' وہ

کہتا ہے! کائنات خلقت کی ہر شے میں ایک مقررہ نظام کے ساتھ رحمت وفضل کے مظاہر کا موجود ہونا قدرتی طور پر انسان کو یقین دلا دیتا ہے کہ ایک رحمت رکھنے والی ہستی کی کارفرمائیاں یہاں کام کررہی ہیں' کیوں کہ ممکن نہیں فضل و رحمت کی یہ پوری کائنات موجود ہو اور فضل ورحمت کا کوئی زندہ ارادہ موجود نہ ہو' چنانچہ وہ تمام مقامات جن میں کائناتِ خلقت کے افادہ و فیضان' زینت و جمال' موزونیت واعتدال' تسویہ واقوام اور تکمیل واتقان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل اسی استدلال پر مبنی ہیں۔ والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمان الرحیم۔ (البقرہ:۱۶۳)''اور دیکھو تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے کوئی معبود نہیں مگر اسی کی ایک ذات' رحمت والی اور اپنی رحمت کی بخشائشوں سے ہمیشہ فیضیاب کرنے والی۔ [۲۰] ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

''انسانی علم ونظر کی کاوشیں آج تک یہ عقدہ حل نہ کرسکیں کہ یہاں تعمیر کے ساتھ تحسین کیوں ہے؟ مگر قرآن کہتا ہے یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ خالقِ کائنات ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' ہے' یعنی اس میں رحمت ہے اور اس کی رحمت اپنا ظہور وفعل بھی رکھتی ہے۔ رحمت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ بخشش ہو' فیضان ہو' جود واحسان ہو' پس اس نے ایک طرف تو ہمیں زندگی اور زندگی کے تمام احساس وعواطف بخش دیئے' جو خوشنمائی اور بدنمائی میں امتیاز کرتے اور خوبی و جمال سے کیف وسرور حاصل کرتے ہیں' دوسری طرف کارگاہِ ہستی کو اپنی حسن آرائیوں اور جاں فزائیوں سے اس طرح آراستہ کردیا کہ اس کا ہرگوشہ نگاہ کے لئے جنت' سامعہ کے لئے حلاوت اور روح کے لئے سرمایہ کیف وسرور بن گیا: فتبارک اللہ احسن الخالقین (المومنون:۱۴) ''پس کیا ہی بابرکت ذات اللہ کی' بنانے والوں میں سب سے زیادہ حسن وخوبی کے ساتھ بنانے والا)[۲۱]

صفتِ عدالت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تم نے ابھی ربوبیت اور رحمت کے مقامات کا مشاہدہ کیا ہے' اگر ایک قدم آگے بڑھو' اسی طرح عدالت کا مقام بھی نمودار ہوجائے' تم دیکھو گے کہ اس کارخانہ ہستی میں بناؤ' سلجھاؤ' خوبی اور جمال میں سے جو کچھ بھی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عدل وتوازن کی حقیقت کا ظہور ہے' ایجاب وتعمیر کو تم اس کی بے شمار شکلوں میں دیکھتے ہو اور اس لئے بے شمار ناموں سے پکارتے ہو' لیکن اگر حقیقت کا سراغ لگاؤ تو دیکھ لو کہ ایجاب وحقیقت یہاں صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے عدل واعتدال! ''عدل'' کے معنی ہیں برابر ہونا' زیادہ نہ ہونا' اسی لئے معاملات اور قضایا میں فیصلہ کردینے کو عدالت کہتے ہیں کہ حاکم دو فریقوں کی باہم دیگر زیادتیاں دور کردیتا ہے' ترازو کی تول کو بھی معادلت کہتے ہیں' کیونکہ وہ دونوں پاٹوں کا وزن برابر کردیتا ہے' یہی عدالت جب اشیاء میں نمودار ہوتی ہے تو ان کی کمیت اور کیفیت میں تناسب پیدا کردیتی ہے۔ ایک جزء کا دوسرے جزء سے کمیت یا کیفیت میں مناسب وموزوں ہونا عدالت ہے۔

اب غور کرو! کارخانہ ہستی میں بناؤ اور خوبی کے جس قدر مظاہر ہیں کس طرح اسی حقیقت سے ظہور میں

آئے ہیں۔ وجود کیا ہے؟ حکیم بتلاتا ہے کہ عناصر کی ترکیب کا اعتدال ہے' اگر اس اعتدالی حالت میں ذرا بھی فتور واقع ہو جائے' وجود کی نمود معدوم ہو جائے' جسم کیا ہے؟ جسمانی مواد کی ایک خاص اعتدالی حالت ہے' اگر اس کا کوئی ایک جز بھی غیر معتدل ہو جائے' جسم کی ہیئت ترکیبی بگڑ جائے' صحت و تندرستی کیا ہے؟ اختلاط کا اعتدال ہے' جہاں اس کا قوام بگڑا' صحت میں انحراف ہو گیا' حسن و جمال کیا ہے؟ تناسب و اعتدال کی ایک کیفیت ہے' اگر انسان میں ہے تو خوبصورت انسان ہے' نباتات میں ہے تو پھول ہے' عمارت میں ہے تو تاج محل ہے' نغمہ کی حلاوت کیا ہے؟ سروں کی ترکیب کا تناسب و اعتدال۔ اگر ایک سر بھی بے میل ہوا؟ نغمہ کی کیفیت جاتی رہی۔ (۲۲)

مولانا آزاد نے کائنات کے حسن و جمال سے قیامت پر استدلال کیا ہے اور یہی وہ استدلال ہے جن کو مفسرین آفاق و انفس کا نام دیتے ہیں۔ خدا کی جو رحمت دنیا کو چمن زار بناتی ہے وہ اپنا فیضان آخرت تک پھیلاتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں: ''اگر رحمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ دنیا میں اس خوبی و کمال کے ساتھ زندگی کا ظہور ہو تو کیوں کر یہ بات باور کی جا سکتی ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کے بعد اس کا فیضان ختم ہو جائے اور خزانہ رحمت میں انسان کی زندگی اور بناؤ کے لئے کچھ باقی نہ رہے۔''

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموٰت والارض قادر علی ان یخلق مثلھم وجعل لھم اجلاً لاریب فیہ فابی الظٰلمون الا کفورا ○ قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لا مسکتم خشیۃ الانفاق۔ (بنی اسرائیل:۹۹۔۱۰۰)

''کیا ان لوگوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں۔ یقیناً اس بات پر عاجز نہیں ہو سکتا کہ ان جیسے (آدمی دوبارہ) پیدا کر دے' اور یہ کہ ان کے لئے اس نے ایک مقررہ وقت ٹھہرا دیا ہے جس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں؟ (افسوس ان کی شقاوت پر) اس پر بھی ان ظالموں نے اپنے لئے کوئی راہ پسند نہ کی' مگر حقیقت سے انکار کرنے کی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو اس حالت میں یقیناً تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روکے رکھتے (لیکن یہ اللہ ہے جس کے خزائنِ رحمت' نہ کبھی ختم ہو سکتے ہیں نہ اس کی بخشائشِ رحمت کی کوئی انتہا ہے۔ (۲۳)

خلاصہ کلام یہ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں حیات و کائنات اور قیامت کا ربط حسن فطرت سے قائم کیا ہے اور قرآن کریم کو حسن فطرت کے شاہکار اور آئینہ دار کی حیثیت سے پیش کیا ہے' قدرت کاملہ کی کاریگری اور صنعت گری کے جلوہ حسن کا تعارف کرایا ہے اور سعید روحوں کو آواز دی ہے کہ آؤ حسنِ قدرت سے عشق کرو اور اس کے پیچھے کارفرما ہستی کے آگے جبینِ نیاز جھکا دو۔

حواشی

۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۰۲ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی ۱۹۷۷ء

۲۔ ترجمان القرآن، جلد چہارم، ص ۹۲

۳۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۴۲

۴۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۱۲

۵۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۱۲

۶۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۹۔۱۰۸

۷۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۲۷

۸۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۰۵

۹۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۱۴

۱۰۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۱۴

۱۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۴۴۔۱۴۳

۱۲۔ حیوانات اور نباتات کی کرشمہ سازیوں کا سائنٹفک جائزہ پروفیسر حافظ شائق احمد یحییٰ نے اپنی تازہ حسب ذیل کتاب میں لیا ہے۔ Importance of wild life conservation from Islamic perspective (New Delhi 2003)

۱۳۔ ترجمان القرآن، جلد چہارم ص ۹۹۔۱۰۰

۱۴۔ ترجمان القرآن، جلد سوم، ص ۲۰

۱۵۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۳۱۲

۱۶۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۳۱۴

۱۷۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۳۱۴

۱۸۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۲۲۳

۱۹۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۲۶

۲۰۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ۱۴۰

۲۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۰۴

۲۲۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۲۲۳

۲۳۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۱۴۶

خوشخبری

امام المتکلمین، سلطان المحدثین، رئیس المفسرین، فقیہ العصر، العارف باللہ، صدر المدرسین حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی نور اللہ مرقدہ کے بعض علمی افادات و مختصر سوانح پر مشتمل کتاب

افادات حلیم

مؤلف : مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

کی تیسری اشاعت نئے اضافوں کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

جو کہ شائقین علومِ دینیہ و معارف علمیہ کیلئے انمول تحفہ اور بہترین سوغات ہے۔

ضخامت: ۱۳۴ صفحات   قیمت : ۷۰ روپے

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ نوشہرہ